

سَعِيدُ الْحَقِّ فِي تَحْرِيجِ جَاءِ الْحَقِّ

تكملة لکچرہ مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

تحریر و تہذیب

مولانا امجد علی شاہ صاحب مدظلہ العالی قادیان

مکتبہ مفتی رفیع
قادیان، پاکستان
Sahib-e-Sar-e-Sar-e-Sar

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ



فہرست

سعيد الحق في تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

818	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	799	وجہ تالیف کتاب
820	پوچھا باب امام کے پیچھے قرات نہ کرو	801	حدیث صحیح، حسن، ضعیف
820	قرات خلف الامام کس آیت سے منسوخ ہے	802	کن چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جانی ہے
824	حاشیہ قرات کے مع پر مزید دلائل	803	حاشیہ جرح بہم قول نہیں
828	عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرات منع ہے	802	امام صاحب کی احادیث ضعیف نہیں
828	دوسری فصل اس مسئلہ پر سوالات و جوابات	805	حدیث ضعیف مقلد کو معزز نہیں مگر وہابی کے لیے
830	علامت و تعلیم قرآن میں فرق		موت ہے
834	ای مواہب متقدی کی قرات کے مخالف ہیں	806	پہلا باب کا نوں تک ساتھ اٹھانا
836	پانچواں باب آمین آہستہ کہو	806	پہلی فصل اس کا ثبوت
836	پہلی فصل	808	حاشیہ حریدہ دلائل
839	دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات	808	اس کے عقلی دلائل
841	ادنیٰ آمین کی حدیث قرآن و عقل کے خلاف ہے	809	دوسری فصل اعتراض و جواب
843	پہلا باب رفع یدین نہ کرو	811	دوسرا باب نانہ کے مجھے ہاتھ باندھنا سنت ہے
845	حاشیہ رفع یدین نہ کرنے پر حریدہ دلائل	812	اس کے عقلی دلائل
848	امام اعظم کا امام اوداعی سے رفع یدین کے	813	دوسری فصل اس پر اعتراض و جواب
849	متعلق عجیب مناظرہ	814	حاشیہ حریدہ دلائل
849	عقلی دلیل	816	تیسرا باب نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا
850	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	817	عقلی دلیل
858	آخر کے عجیب معنی		

مقدمہ

اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے حسب ذیل قواعد اجماعی طرح مطالعہ فرما کر یاد فرمالیں۔ یہ قواعد بہت ہی کارآمد ہیں۔
قاعدہ نمبر ۱: اسناد کے لحاظ سے حدیث کی بہت قسمیں ہیں مگر ہم صرف تین قسموں کا ذکر کرتے ہیں

حدیث صحیحہ۔ حدیث حسن۔ حدیث ضعیف۔

صحیح: وہ حدیث ہے جس میں چار خوبیاں ہوں۔

﴿1﴾..... اس کی اسناد متصل ہو کہ حضور ﷺ سے لے کر سلف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ چھوٹا نہ ہو۔

﴿2﴾..... اس کے سارے راوی اول درجہ کے متقی پرہیزگار ہوں۔ کوئی قاصق یا مستور الحال نہ ہو۔

﴿3﴾..... تمام راوی نہایت قوی حافظہ ہوں کہ کسی کا حافظہ جاری یا یاد حاسبہ کی وجہ سے کمزور نہ ہو۔

﴿4﴾..... وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حسن: وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ یعنی کسی کا تقریبی یا قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی متقی پرہیزگار یا قوی حافظہ نہ ہوں۔ یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک غفلت نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۲: پہلی دو قسمیں یعنی صحیح اور حسن احکام اور فضائل میں مستحکم ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں مستحکم ہے۔ احکام میں مستحکم نہیں یعنی اس سے حلال و حرام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عفت و فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

نتیجہ: ضعیف حدیث جمہوری یا غلط یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے۔ جیسا کہ غیر مقلدوں نے عوام کو ذہن نشین کر دیا ہے کہ لوگوں نے اسے کہا جانے والا ہوا بکھر کھا ہے۔ بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی درجہ سے کچھ کم رکھا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: اگر حدیث ضعیف کسی وجہ حسن بنیاد سے قوی ہو جائے مطلقاً مستحکم ہے اس سے احکام و فضائل میں کچھ ثابت ہو سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴: حسب ذیل چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ روایا زیادہ سندوں سے روایت ہو جانا اگرچہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں۔ یعنی اگر ایک حدیث چند ضعیف راویوں سے مروی ہو جاوے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔

(مرقت۔ موضوعات کبر۔ ثنائی۔ مقدور مظلوم شریف مولانا محمد امجد علی۔ رمال رسول حدیث لکھربانی قول ترمذی شریف وغیرہ)
علماء کا ملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یعنی اگر حدیث ضعیف پر علماء دین عمل شروع کریں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جاوے گی اس ہی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا الحديث غريب طريف والعلم عليه عند اهل العلم۔

ترجمہ: یہ حدیث ہے جو غریب یا ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف تاہم عمل مگر علماء امت نے ہوتوئی سے عمل کر لیا اور سب گمراہ ہو گئے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حدیث روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی۔ مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہو گئی۔

علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ شیخ محی الدین بن عربی ایک حدیث کی تفسیر کہ جو ستر ہزار مرتبہ کہہ لیہ چڑھے۔ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک جوان نے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ شیخ نے

ستر ہزار ہارنگہ پڑھا ہوا تھا۔ اپنے دل میں اس کی ماں کو بخش دیا دیکھا کہ جوان نس پڑا اور یوں لگا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس دلی کے کشف سے معلوم کی (شیخ البہاری)، (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ حبیبہ کوسہ) فقہ رائس معتز محمد قاسم میں یہی واقعہ حیدر رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا۔

قاعدہ نمبر ۵:- اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا مستحب لازم نہیں۔ لہذا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو تیسری میں صحیح اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرمادیتے ہیں۔

هذا الحديث حسن صحيح غريب۔

ترجمہ:- یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۷۱ رقم الحدیث ۷۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ یہ حدیث چند سندوں سے مراد ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب۔

قاعدہ نمبر ۶:- بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے مستز نہیں۔ لہذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی ہو۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہی حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔ آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا۔ لہذا کسی وہابی کو یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہو کر ملی۔

لطیفہ:- ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قراءۃ الفہم الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی ہم نے یہ حدیث پیش کی۔

قراءة الامام له قراءه

ترجمہ:- امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابی تجا بولے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی اسناد میں جابر جعفی ہے۔ جو ضعیف ہے ہم نے پوچھا کہ جابر جعفی کب پیدا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ عریب کر بولے ۳۲۵ھ میں ہم نے کہا جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا جب چارہ اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے۔ کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہے اور وفات ۱۵۰ھ میں لہذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی۔ بعد کے محدثین کو ضعیف ہو کر ملی وہابی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ بغیر جواب دے کر فوت ہو گئے۔

لہذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہابی کو ضعیف ضعیف کہنے سے روکیں۔ وجہ ضعیف پوچھیں پھر یہ تحقیق کریں کہ ضعف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا انشاء اللہ! اپنی ہی پانی مانگ جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سخی بھول جائیں گے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے۔ اس وقت حدیثیں بہت کم ضعیف تھیں۔ امام صاحب مایل ہی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷:- جرح بہم قابل قبول نہیں یعنی کسی ناقد حدیث خصوصاً ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں حدیث یا راوی ضعیف

ہے غیر معتبر ہے۔ جب تک یہ نہ بتائے کہ کیوں ضعیف ہے۔ اور اس راوی میں کیا عتاف ہے۔ کیونکہ وجہ ضعف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں۔ سو کھود لیں۔ ارسال۔ گودے روڑا لگا۔ مذاق۔ نو عمری۔ ختم میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے مگر خفیوں کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں۔ (نور اللوار بحث طعن علی الحدیث)

.....☆.....

امام ابن حلاج رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الجورح فانه لا يقبل الا مفسرا مبین السبب..... فلا بد من بیان سببه لی نظر فیما هو جورح ام لا۔

ترجمہ: کوئی جورح اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے کیونکہ بسا اوقات جارح ایسی جورح کرتا ہے جو

موجب جورح نہیں کرتی۔

(مقدمہ ابن حلاج ص ۳۰، ۳۱، ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

وقد ذکر ان الشافعی انما اوجب الکشف عن ذلك لانه يلحقه ان انسانا جورح رجلا فستل عما
جرحه به فقال رايه يقول قانما لقليل له وما في ذلك ما يوجب جرحه؟ فقال لانه يقع الرشيش عليه وعلى
لونه لم يصلح فقليل له رايه يصلح كذلك؟ فقال لا فهذا ونحوه جورح بالتاويل والجهل والعالم لا يجرح
احدا بهذا والمخالفة

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسباب جورح کو بیان کرنا ضروری ہے اس لئے کہ بسا اوقات جورح کرنے والا ایسی
چیز کو جورح کا سبب قرار دیتا ہے جو موجب جورح نہیں ہوتی۔ مجھے ایک شخص پر جورح کی خبر پہنچی تو میں نے ناقد سے اس کا سبب دریافت
کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا جب اس کے کپڑے نپاک ہوئے ہوں گے اور اس
حالت میں اس نے نماز پڑھی ہوگی تو صدق کہاں رہا؟ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اسے ان کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
ہے؟ اس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اس طرح کی جورح فن معطل الخدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کوئی عالم کسی کو اسی طرح
کی جورح سے مجروح قرار نہیں دیتا۔

(الکشاف فی علم الروایہ ص ۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام عبد العظیم بن عبد القوی امری متوفی ۵۶۰ھ لکھتے ہیں۔

لا يقبل الجورح الا مفسرا۔

(رسالة فی البرر والبرر ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ دارالافتاء الکویت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

(ولا يقبل الجورح الا مبین السبب) لانه يحصل بامور واحد ولا يشق ذكره ولا ان الناس مختلفون
فی اسباب الجورح فيطلق احدهم الجورح بناء على ما اعتقده جرحا وليس بجورح فی نفس الامر فلا بد من
بیان سببه لی نظر هل هو قاذح ام لا؟ قال ابن الصلاح وهذا ظاهر مقرر فی الفقه واصوله وذكر الخطيب انه
مذهب الاثنا من حفاظ الحديث كالشيعين وغيرهما ولذلك احتج البخاري بجماعة سبق من غيره
الجورح لهم كعكرمة وعمرو بن مرزوق واحتج مسلم بسويد بن سعيد وجماعة اشتهر الطعن فيهم۔

ترجمہ: جورح وہ قول کی جاتی ہے جس کا سبب بیان کیا جائے اس لئے کہ جورح کسی ایک بات کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور
اس کا ذکر کرنا مشکل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اسباب جورح میں علماء مختلف ہیں بعض علماء اپنے اعتقاد کے مطابق جورح کا اطلاق کرتے
ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت جورح نہیں ہوتی لہذا جورح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دیکھا جاسکے کہ جورح قابل قہر ہے یا نہیں؟

قاعدہ نمبر ۸:- اگر جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل قبول ہے نہ کہ جرح یعنی ایک راوی کو محدث نے ضعیف کہا کسی نے اسے قوی فرمایا۔ بعض تواریخ سے اس کا نسق ثابت ہو بعض نے فرمایا کہ وہ متعلق صالح تھا تو اسے متعلق مانا جاوے گا۔ اور اس کی روایت ضعیف نہ ہوگی۔ کیونکہ مومن میں اتنی اصل ہے۔

قاعدہ نمبر ۹:- کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا ضعف ہونا لازم نہیں۔ لہذا اگر کوئی محدث کسی حدیث کے متعلق یہ فرمادیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے معنی یہ نہیں کہ ضعیف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو۔ صحیح و ضعیف کے درمیان بہت درجے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۰:- صحیح حدیث کا زائد مدار مسلم بخاری یا صحاح ستہ پر نہیں کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ ہمارا ایمان حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔ نہ کہ محض بخاری و مسلم وغیرہ پر حضور کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے بخاری میں ہونہ ہو تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔ مگر مسلم بخاری پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

قاعدہ نمبر ۱۱:- کسی عالم فقیہ کا کسی حدیث کو بغیر اعتراض قبول کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی فقیہ عالم مجتہد ضعیف حدیث کو قبول فرمادے تو اس سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاوے گی۔ ولی الدین محمد ابن عبد اللہ خطیب تبریزی صاحب مشکوٰۃ خطبہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

والی اذا اسندت الحدیث الیہم کالی اسندت الی النبی ﷺ۔

ترجمہ: میں نے جب حدیث کو ان محدثین کی طرف منسوب کر دیا تو گویا حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب کر دیا۔ (مشکوٰۃ السامع ص ۱۰۰ مشکوٰۃ رد المحتار کتب نادرہ کراچی)

ان قواعد سے آپ کچھ گئے ہوں گے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ان میں کوئی ضعیف نہیں ہو سکتی کہ ان پر امت کا عمل ہے۔ ان کو علماء فقہاء نے قبول فرمایا ہے ان میں سے ہر حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ فقیر حقیر ان شاء اللہ ہر مسئلہ پر اتنی حدیثیں پیش کرے گا۔ جن سے کوئی حدیث ضعیف نہ لگنی جائے کیوں کہ اسنادوں کی کثرت ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے۔ احمد یا خال۔

قاعدہ نمبر ۱۲:- اگر حدیث اقرآن میں تعارض نظر آئے تو حدیث کے معنی ایسے کرنے چاہئیں جس سے دونوں میں موافقت ہو جاوے تعارض جاتا رہے ایسے ہی اگر حدیثیں آپس میں مخالف معلوم ہوں تو ان کے ایسے معنی کرنے لازم ہیں کہ مخالف نہ رہے اور سب پر عمل ہو جاوے اس کی مثال یہ ہے رب فرماتا ہے۔

لا تقراء وما یسر من القرآن۔

ترجمہ: جس قدر قرآن مجید آسان ہو نماز میں پڑھو۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰)

حاشیہ.....☆
امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے اور نقد و اصول فقہ میں مقرر ہے۔ لیکن وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی جماعت سے احتجاج کیا جن کے حق میں اوروں سے جرح ثابت تھی جیسے مکرمہ عمرو بن مرزوق اور امام مسلم نے سید بن سعید و ایک جماعت سے احتجاج کیا جن میں طعن مشہور تھا۔

(تدریب الراوی ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)